احترام انسانیت

ممتاز حسن

انسانیت احترام انسانیت کا نام ہے ۔ دنیا کا سب سے بڑا انسان وہی ہے جس نے انسانیت کا سب سے زیادہ احترام کیا اور ہر انسان کو اس کا مقام دیا یہی وجہ ہے کہ جو پیغام وہ لایا وہ دنیا کے لئے خدا کا سب سے بڑا اور آخری پیغام تھا ۔

انسانیت کا صحیح احترام یہ ہے کہ ہم ہر انسان کی اچھی صلاحیتوں کی حفاظت کریں اور ان کے نشو و نما کے لئے تمام ممکن سہولتیں بہم پہنچائیں ۔ اس میں خاص و عام کی کوئی تفریق نہیں ہے ۔ یہ امتیاز ہمارا قائم کیا ہوا ہے ۔ ورنہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ۔ کوئی آدمی عام آدمی نہیں ہے، ہر شخص میں کوئی نہ کوئی صلاحیت کوئی نہ کوئی خوبی ایسی ضرور موجود ہے جو کسی اور کے حصے میں نہیں آئی ۔ یہ امتیازی خصوصیت کہیں تو خود بخود ابھرتی ہے اور کہیں اسے پرورش کی ضرورت ہوتی ہے ۔ مگر جہاں تک صلاحیتوں کی حفاظت اور نشو و نما کا تعلق ہے ہر انسان توجہ کا مستحق ہے ۔

ہم انسانیت کا احترام کیوں کریں ؟ وہ اس لئے کہ انسان کائنات کی ارتقائی کوششوں کا سب سے بڑا اور عظیم الشان کارنامہ ہے ۔ محض طبعی اعتبار سے فطرت کے مظاہر کو دیکھیئے تو سب سے پہلے جمادات ہیں جو زمین کے اندر اپنی مختصر حدود میں محبوس ہیں ۔ ان کے بعد نباتات ہیں جو زمین سے سر نکال کر اوپر اٹھتے ہیں، اونچے اونچے درخت بنتے ہیں، اور اگرچہ یہ بھی ایک قطعہ زمین میں مقید رہتے ہیں مگر اپنے پتوں پھولوں اور پھلوں سے خلق خدا کو مستفید کرتے ہیں ۔ ان کے سایے میں لوگ بیٹھتے ہیں پھولوں کو دیکھ کر خوش

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

ہوتے ہیں اور پھلوں سے اپنا پیٹ بھرتے ہیں ۔ ان سے آگے حیوانات کا نمبر ہے جو زمین میں گڑے ہوئے نہیں ہیں ۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ جاسکتے ہیں پانی کے اندر بھی رہتے ہیں اور پانی کے باہر بھی ۔ ان میں پرندوں کا مقام بہت بلند ہے وہ زمین پر بھی رہتے ہیں اور آسمان پر بھی ۔ بہت دور بھی جاسکتے ہیں اور بہت اونچا بھی اڑسکتے ہیں ۔ ان سب کے بعد انسان آتا ہے جو ہر لحاظ سے زندگی کے ان سب مظاہر سے افضل ہے ۔ یہ پانی کے اوپر ہو یا نیچے زمین پر ہو یا ہوا میں اپنی جسمانی صلاحیتوں کے علاوہ اپنے اختراعات اور ایجادات کے باعث سارے جانوروں سے آگے ہے ۔ اور یہ تو ذکر ہے صرف کائنات ظاہری کا ۔ کائنات باطنی میں جھانک کر دیکھئے تو اس کے سوا جمادات نباتات اور حیوانات میں سے کوئی بھی وہاں نہیں پہنچ پایا ہے ۔

پھر یہی نہیں کہ انسان اس وقت کائنات کا گل سرسبد ہے ۔ بلکہ اس کے سامنے ترقی کا ایک ایسا میدان کھلا ہے کہ اس کی آئندہ کامرانیاں اس کی موجودہ اہمیت سے بھی بالاتر نظر آتی ہیں ۔ اپنی ساری کمزوریوں اور نا پختگیوں کے باوجود انسان زمین پر خدا کا نائب ہے ۔ خدا اور انسان میں ایک دوڑ لگی ہوئی ہے ۔ انسان خدا سے ملنا چاہتا ہے مگر مل نہیں سکتا ۔ کیونکہ خدا ساکن و جامد نہیں ہے۔ وہ ہر آن اپنی تخلیقی سمکنات کو جو بے حد و بے شمار ہیں اپنے آپ پر منکشف کرتا رہتا ہے۔ جب تک انسان اس کے نزدیک پہنچے وہ اور بھی آگے ہوتا ہے ۔ اس ابدی تگ و دو میں انسان نہ خدا سے مل سکتا ہے نہ خود خدا بن سکتا ہے ۔ مگر صفات خداوندی کا پرتو اس پر ضرور پڑتا ہے ۔ اگر ہمارے دل میں خدا کا احترام ہے تو اس کے نائب اور طالب یعنی انسان کا احترام بھی ہونا چاہئے ۔

انسانیت کے احترام کی صورت کیا ہے ؟ اسے قائم کرنے کا کیا طریقہ ہے ؟ سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ ہر انسان کو تعلیم و تربیت کا یکساں موقع دیا جائے ۔ انسانی مساوات کا یہ سب سے اہم پہلو ہے ۔ اس کا مقصد یہ ہے

کہ ھر انسان کی ساری صلاحیتیں پورے طور سے پرورش پائیں اور اس کی شخصیت کی امتیازی خصوصیت ابھرے ۔ تا کہ اس خصوصیت کے بروئے کار نہ آنے سے معاشرے میں جو خلا واقع ھوتا ھے وہ پیدا نہ ھو۔ علم کے بغیر بھی انسان اور حیوان میں فرق تو رھتا ھے مگر بہت کم ۔ خواندگی کا کام جانور کو آدمی بنانا ھے اور تعلیم کا مقصد آدمی کو انسان بنانا ۔ طلب علم خود علم سے بھی زیادہ اھم ھے کیونکہ اس طلب میں جویائے علم زندگی اور کائنات کے متعلق جو کچھ سیکھتا ھے اس سے بھی زیادہ وہ اپنے متعلق دریافت کرتا ھے ۔ اور اس دریافت سے اس کی شخصیت کی حدود وسیع سے وسیع تر ھوتی جاتی ھیں ۔ انسان کی طبیعت میں دو متضاد رجحانات موجود ھیں جو ایک دوسرے سے برسرپیکار ھیں۔ ایک تو اس کی بلندی کی تمنا ھے جو اسے خدا سے قریب تر کرتی ھے ۔ دوسرا اس کا وہ رجحان ھے جو اسے پستی کی طرف لے جاتا ھے۔ بلندی اور پستی کی یہ کشمکش، انسان اور شیطان کا یہ تعاون اور ترک تعاون ، انسانی شخصیت کا جزو ھے۔ تعلیم کا کام یہ ھے کہ وہ انسان کے دل میں بلندی کی خواھش کو مستحکم کرے اور پستی کے گڑھے میں گرنے سے بچائے ۔

تعلیم کے لئے ایسے استادوں کی ضرورت ھے جن کا علم پختہ اور دل بڑا ھو ھر بڑا استاد بڑا آدمی ھوتا ھے اور بڑے آدمی کی پہچان یہ ھے کہ وہ چھوٹوں کو بڑا بناتا ھے ۔

دوسری چیز جو انسانیت کے احترام کے لئے لازم ھے وہ معاشرتی توازن ھے ۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ایک شخص کو ھر لحاظ سے ھر دوسرے شخص کے عین برابر سمجھا جائے ۔ اس قسم کی مساوات ناممکن ھے ۔ کسی میں کوئی قابلیت ھوگی کسی میں کوئی اور قابلیت ۔ مگر انسان کا احترام پیش نظر ھے تو معاشرہ ایسا ھونا چاھئے کہ اس میں نیچ ذات، اونچ ذات، زبردست اور زیردست حاکم اور محکوم کا فرق نہ پایا جائے۔ رنگ اور نسل کی دیواریں انسانوں میں

حائل نہ ہوں ۔ گورے کو کالے پر فضیلت ہو نہ کالے کو گورے پر ۔ نہ کوئی چھوٹا کہلائے نہ بڑا ۔ نہ کوئی بشر ہو نہ نفر ۔ کوئی کسی کو حقارت سے نہ دیکھ سکے ۔ اس قسم کا معاشرہ اس طرح پیدا ہوسکتا ہے کہ اس کے افراد خدا کے پرستار ہوں ۔ جہاں خدا کوحاکم مانا جائے گا وہاں کوئی انسان کسی انسان کا محکوم نہیں کہلائے گا۔ ایسے معاشرے میں جو شخص مخلوق کی سب سے زیادہ خدمت کرے گا وہ سب میں محترم ہوگا ۔ انسانی تجربہ یہ کہتا ہے کہ اگر ہم ایک ان دیکھے زندہ اور پائندہ خدا کی پرستش نہیں کریں گے تو اس کی ناچیز سے ناچیز مخلوق کے سامنے سر جھکاتے پھریں گے ۔ اور نہیں تو مرے ہوئے قہرمانوں کو ہی پوجیں گے ۔ خدا کی پرستش احترام انسانیت کی بنیاد ہے ۔

تیسری چیز جو احترام انسانیت کے لئے لازم ہے وہ ایک ایسا معاشرہ ہے جہاں اقتصادی توازن موجود ہو اور دولت کا مسئلہ مسئلہ ہی نہ رہے ۔ دولت اور جائداد میں مکمل اور قطعی مساوات تو ممکن نہیں ہے ۔ مگر معاشرے میں نہ کوئی امیر ہو نہ غریب ۔ ارتکاز دولت ناممکن ہو ۔ روزگار ہر شخص کا حق ہو اور محنت ہر شخص کا فرض ۔ آمدنی ایک امانت تصور کی جائے اور اسے ضروریات پر معتدل انداز سے خرچ کرنے کے بعد جو کچھ بچے وہ معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے دے دیا جائے ۔ معاشرے کے اس پہلو کی بنیاد بھی ذات خداوندی سے وابستگی پر ہے ۔ یہ وابستگی انسان کے لئے اپنی محدود ذات اور اس کے محدود مفاد سے باہر نکلنے اور معاشرے میں ایک اخلاقی فضا قائم کرنے کے لئے ضروری ہے ۔ جلب منفعت کی ہوسناکیوں سے مخلصی جبھی ممکن ہے کہ انسان کی توجہ ایک ایسی ذات پر مرکوز ہوجائے جو دنیا اور کاروبار دنیا سے ارفع و اعلی ہے ۔ جس دل میں خدا کا ڈر ہوگا وہاں انسان کا ڈر نہیں رہ سکتا ۔ جس دل کو خدا سے وابستگی ہوگی اس میں ذاتی منفعت جگہ نہیں پاسکے گی ۔ خدا کی محبت خدا کے بندوں کی محبت کا دوسرا نام ہے ۔ خدا کا نام لینے کے بعد کوئی انسان اس کی مخلوق سے نفرت نہیں کرسکتا ، وہ مخلوق جو خود خدا کا کنبہ ہے ۔

چوتھی چیز جو احترام انسانیت کے لئے لازم ہے وہ جسم انسانی کا احترام ہے۔ جسم روح کا مسکن ہے۔ اس کا احترام یہ ہے کہ ہم اسے صحت مند رکھنے کی کوشش کریں۔ اور اس سے اچھے کام لیں۔ اگر ہم خود کسی کام کو ذلیل سمجھیں مگر دوسروں سے وہی کام لینا چاہیں تو یہ ان کی توہین ہے۔ دوسروں کو گالی دینا برا بھلا کہنا اور جسمانی اذیت پہنچانا، انسانی صورتوں کو مسخ کرنا بھی انسانیت کی توہین میں داخل ہے۔ ناحق کسی کی جان لینا ساری نوع انسانی کے قتل کے مرادف ہے۔ اور ساری انسانیت کی توہین ہے۔ جب تک معاشرے میں جرائم موجود ہیں ان کے لئے سزا کا کا نفاذ ضروری ہے۔ مگر تعزیرات کا مقصد معاشرے کی اصلاح ہونا چاہئے نہ کہ محض مجرم کو ایذا پہنچانا۔ جرم و سزا ایک مدت تک لازم و ملزوم رہیں گے۔ مگر اس مدت میں بھی یہ لازم نہیں کہ مجرم کی توہین کی جائے۔

ان سب باتوں کا ماحصل یہ ہے کہ معاشرہ ایسا ہو جہاں کوئی شخص کسی لحاظ سے کسی اور کا محتاج نہ ہو۔ ہر شخص ایک پودے کی مانند اس باغ میں اپنے پورے قد کو پہنچ سکے۔ اور ایک زمانہ وہ بھی آئے جب حکومت اور حکومت کے کارندوں کی بھی ضرورت نہ رہے۔ اور جو حدود اور قیود معاشرے کی حفاظت اور فلاح کی خاطر آج بیرونی طور پر لگانا ضروری ہیں وہ خود فطرت انسانی کے اندر سے پیدا ہوں اور اس کا جزو بن جائیں۔ اس جنت ارضی کو قریب تر لانے کے لئے ہم اپنی مختصر سی زندگی میں کیا کرسکتے ہیں۔ یہ ایک ایسا سوال ہے جس کا جواب ہر شخص کو خود ہی دینا ہوگا۔ البتہ جو دل نفرت سے پر ہوگا اس دل میں اس سوال کی اہمیت کا احساس ہی پیدا نہیں ہوسکے گا۔ نفرت انسانیت کی توہین ہے۔ اس سے دل تنگ سے تنگ تر ہوتا جاتا ہے اور نشوونما کے امکانات تباہ ہوجاتے ہیں۔ انتقام کا جذبہ لا حاصل ہے، اس میں محض وقت کا زیاں ہے۔ جو وقت انتقام سوچنے اور انتقام لینے میں صرف ہو اس کے لئے اس سے بہتر مصرف بھی ہوسکتا ہے۔ زندگی ترجیحات کی جنگ ہے۔ اس محدود مدت میں

جس کا نام انسان کی عمر ہے ہم کیوں نہ وہ کام کریں جو ہماری رائے میں بہترین ہو ۔ اور بہترین کام وہ ہے جس کی بنیاد انسانوں کی محبت پر ہو ۔ محبت انسانی شخصیت کے ارتقا کا زینہ ہے ۔ زندگی میں ہزاروں دلچسپیاں ہیں مگر محبت اور دوستی ان سب کا عطر ہے ۔ محبت کسی چیز سے بھی ہوسکتی ہے کسی انسان سے بھی اور کسی عالمی مقصد سے بھی ۔ ان میں نوع بشر کی محبت ساری محبتوں کا احاطہ کئے ہوئے ہے ۔ اگر ہمیں کسی ایک انسان سے بھی حقیقی محبت ہے تو سارے انسانوں کی محبت سے مفر نہیں ۔ محبت نیکی اور خدمت خلق کی بنیاد ہے ۔ جب نیکی طبیعت میں پختہ ہوجائے تو نفرت اور انتقام اس میں جگہ نہیں پاسکتے ۔ ایک نیک آدمی کی مثال ایک پھل دار درخت کی ہے جو پھل سے لدا ہوا ہوتا ہے، لوگ اس کا پھل کھانا چاہتے ہیں، کچھ تو اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کب پھل پک کر گرے اور وہ اٹھائیں، کچھ درخت کے اوپر چڑھ کر شاخوں کو متشدد طور پر ہلاتے ہیں تاکہ ان کی اس حرکت سے پھل نیچے گرے اور وہ اسے گھر لے جائیں، اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نیچے کھڑے ہوکر درخت کو پتھر مارتے ہیں اور اس طرح اس کا پھل حاصل کرتے ہیں ۔ ان سب طالبان ثمر کو درخت ایک ہی نگاہ سے دیکھتا ہے ۔ اس کا کام پھل دینا ہے ۔ یہ پھل کھانے والوں کا کام ہے کہ وہ اس سے شائستگی سے پیش آئیں یا سختی کو کام میں لائیں ۔ درخت کے لئے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ وہ ہر حال میں پھل دیگا ۔

ہم فطرت کی طرف غور سے دیکھیں تو ہمیں یقیناً اپنی خود غرضیوں اور جذبہ استحصال سے شرم آنے لگے ۔ دیکھئے دریا کے پاس کتنا پانی ہے ۔ کیا وہ خود اس میں سے ایک بوند بھی پیتا ہے ۔ درخت کے پاس پھل ہے کیا وہ اپنے پھل کو خود کھاتا ہے ۔ چاند کے پاس روشنی ہے ۔ ہوا کے پاس ٹھنڈک ہے ۔ پھول کے پاس خوشبو ہے ۔ کیا یہ چاند اور یہ ہوا اور یہ پھول اپنی زندگی اپنے

وجود کی ساری دولت ہماری نذر نہیں کردیتے۔ کیا ساری کائنات ایک نظام بخشش نہیں ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انسان اپنی ہوس اپنی خود غرضی اپنے ذاتی مفاد کی خاطر دوسروں کا نقصان کرنے کے لئے تیار رہتا ہے اور اپنی شخصیت کی نشوونما میں مدد دینے کی بجائے اس کی جڑیں کاٹتا رہتا ہے۔ کاش انسان فطرت کی طرف دیکھے اور اس کی داد و دہش سے الہام حاصل کرے۔ یہی احترام انسانیت کا راز ہے۔